22169- تحفہ دیتے وقت اولاد کے مابین برابری نہ کرنے کا حکم

سوال

کیا میرے لیے اولاد میں سے خاص کسی ایک کو تحفہ دینا جائز ہے کہ اس کے دوسرے بھائیوں کو تحفہ دوں، اور اگر یہ تحفہ اس کے حسن اخلاق اور یا پھر والدین کی اطاعت کی بنا پر ہو تو کیا حکم ہوگا ؟

پسندیدہ جواب

اما بعد :

علماء کرام کا اتفاق ہے کہ تحفہ وھدیہ دیتے ہوئے اولاد کے مابین عدل وانصاف اور برابری کرنا مشروع ہے، لھذا اولاد میں سے کسی ایک کو خصوصا ھدیہ دینا اور باقی کو نہ دینا جائز نہیں ہے۔

ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب المغنی میں کہا ہے :

برابری کرنے کے استحباب اور کسی ایک کو دوسرے سے افضلیت دینے کی کراہت میں اہل علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

دیکھیں : المغنی لابن قدامہ المقدسی (5/666)۔

اولاد کے مابین تفضیل کے حکم میں علماء کرام کے کئی ایک اقوال ہیں جن میں سے دلائل کے لحاظ سے دو قول قوی معلوم ہوتے ہیں (واللہ اعلم) انہیں ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے :

پہلا قول :

اولاد کے مابین تفضیل مطلقا حرام ہے یعنی اولاد میں سے کسی ایک بچے کو ھدیہ دینے میں افضلیت دینا مطلقا حرام ہے، اور حنابلہ کے ہاں مشہور مسلک بھی یہی ہے۔

دیکھیں : کشاف القناع (4/310) اور الانصاف (7/138)۔

اور ظاہریوں کا بھی یہی مذھب ہے (یعنی یہ تفضیل کسی سبب کے ہو یا بغیر کسی سبب کے)۔

دوسرا قول :

اولاد کے مابین تفضیل حرام ہے، لیکن اگر کوئی شرعی سبب ہو تو پھر جائز ہے، امام احمد سے ایک روایت یہ بھی ہے۔

اور ابن قدامہ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہم اللہ نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے

دیکھیں : الانصاف (7/139) اور المغنی (5/664) مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (31/295)۔

فریقین نے اولاد میں تفضیل کی حرمت پر امام بخاری رحمہ اللہ تعالی کی مندرجہ ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے :

نعمان بن بشیر رحمہ اللہ تعالی بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور کہنے لگے : میں نے اپنا غلام اپنے اس بیٹے کو دے دیا ہے ، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

کیا آپ نے اپنے سب بچوں کو اسی طرح دیا ہے ؟ تو انہوں نے کہا نہیں ، لھذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے : آپ اس سے وہ غلام واپس لے لیں ۔

صحیح بخاری حدیث نمبر (2586) صحیح مسلم حدیث نمبر (1623) ۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں :

نعمان بشیر رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ : میرے والد نے مجھ پر اپنا کچھ مال صدقہ کیا تو میری والدہ عمرہ بنت رواحہ کہنے لگی کہ میں اس پر اس وقت تک راضی نہیں ہوؤنگی جب تک آپ اس پر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ نہ بنا دیں ، تو میرے والد نبی مکرم صلی اللہ علیہ کے پاس گئے تا کہ انہیں میرے صدقہ پر گواہ بنا سکیں ، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا :

کیا تو نے اپنے ساری اولاد کے ساتھ ایسے ہی کیا ہے ؟ تو انہوں نے جواب نفی میں دیا ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے : اللہ تعالی سے ڈرو اور اپنی اولاد کے مابین عدل وانصاف سے کام لو ، میرے والد نے واپس آکر وہ صدقہ واپس لے لیا ۔

صحیح بخاری حدیث نمبر (2587) صحیح مسلم حدیث نمبر (1623)۔

اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں :

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اے بشیر کیا آپ کے اس کے علاوہ اور بھی بچے ہیں ؟ تو انہوں نے جواب دیا جی ہاں ، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے :

کیا آپ نے ان سب کو بھی اسی طرح مال ھبہ کیا ہے ؟ وہ کہنے لگے : نہیں ، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : پھر مجھے گواہ نہ بناؤ کیونکہ میں ظلم وجور پر گواہ نہیں بنتا ۔

صحیح مسلم حدیث نمبر (1623)۔

حدیث سے کئی ایک اعتبار سے دلالت ہو رہی ہے :

اول : نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عدل وبرابری کرنے کا حکم دیا اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے ۔

دوم : نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بیان فرمانا کہ اولاد میں سے باقیوں کو چھوڑتے ہوئے صرف ایک کو تفضیل دینا ظلم وانصافی ہے ، اس کے ساتھ اضافہ یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دینے سے انکار کر دیا اور اس سے وہ عطیہ واپس لینے کا کہنا یہ سب کچھ تفضیل کی حرمت پر دلالت کرتا ہے ۔

ان اقوال کے قائلین نے عقلی دلائل سے بھی استدلال کیا ہے جن میں سے چند ایک کو ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے :

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب فتح الباری میں ذکر کیا ہے کہ :

جس نے اسے واجب قرار دیا ہے اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ : یہ واجب کے مقدمات وابتدایات میں سے ہے ، اس لیے کہ قطع رحمی اورنافرمانی دونوں ہی حرام کام ہیں جوحرام کام تک لے جانے کا سبب بنے وہ بھی حرام ہے ، اور تفضیل بھی اسی حرام کام تک جانے کا سبب ہے ۔

دیکھیں : فتح الباری شرح صحیح بخاری (214/5) ۔

اس کی تائید مسلم کی روایت کے الفاظ بھی کرتے ہیں :

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنالو ، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ وہ سب تیرے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی میں برابری کریں ، وہ کہنے لگے کیوں نہیں ، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : توپھر ایسا بھی نہیں ۔

صحیح مسلم حدیث نمبر (1623) ۔

اوراس کی حرمت کے دلائل میں یہ بھی ہے کہ : اولاد میں سے کسی ایک کودوسرے سے بہتر جاننے اور تفضیل سے ایک دوسرے کے مابین بغض وعداوت نفرت پیدا ہوگی ، اوران کے اور والد کے مابین بھی یہی چيز پیدا ہوگی لھذا اس سے منع کردیا گیا ۔

دیکھیں : المغنی لابن قدامہ (664/5) یہ بھی پہلے معنی جیسا ہی ہے ۔

دوسرے قول کے قائلین نے کسی مصلحت وحاجت یا پھر عذر کی بنا پر تفضیل کو جائز قرار دیا ہے اورامام مالک کی روایت کردہ حدیث سے استدلال کیا ہے :

امام مالک رحمہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب موطا میں عائشہ رضي اللہ تعالی عنہ سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ ابوبکر رضي اللہ تعالی عنہ نے انہیں غابہ نامی جگہ کی کھجوروں میں سے بیس وسق کھجوریں عطیہ کیں اورجب انہیں موت آنے لگی توانہوں نے فرمایا :

میری بیٹی اللہ کی قسم مجھے لوگوں میں سے سب سے زيادہ اچھا اورپسندیہ ہے کہ تم میرے بعد غنی اورمالدار رہو ، اور میرے بعد تیرا فقر میرے لیے سخت تنگلیف دہ ہے ، اگر توان کھجوروں کولے کراپنے قبضہ میں کرلیتی تووہ تیری تھیں ، لیکن آج وہ مال وارثوں کا ہے جوکہ تیرے دوبھائی اوردوبہنیں ہیں لھذا اسے کتاب اللہ کے مطابق تقسیم کرلینا ۔

عائشہ رضي اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا اے میرے اباجان اللہ کی قسم اگر ایسے ایسے ہوتا تو میں اسے بھی ترک کردیتی ، ایک بہن تواسماء ہے اوردوسری کون ہے ، توابوبکر رضي اللہ تعالی عنہ کہنے لگے وہ بنت خارجہ کے بطن میں ہے اورمیرے خیال میں وہ لڑکی ہے ۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی اپنی مایہ ناز کتاب فتح الباری میں کہتے ہیں : اس کی سند صحیح ہے دیکھیں فتح الباری (215/5) ۔

اس سے وجہ الدلالت وہی ہے جوابن قدامہ رحمہ اللہ تعالی نے ذکر کی ہے ، وہ کہتے ہیں :

اس کا احتمال ہے کہ ابوبکر رضي اللہ تعالی عنہ نے عائشہ رضي اللہ تعالی عنہا کوان کی ضرورت کے پیش نظر کوئي خاص عطیہ دیا ہو کیونکہ وہ کمانے سے عاجز تھیں ، اس لیے بھی کہ عائشہ رضي اللہ تعالی عنہا کوخصوصیت اور فضیلت حاصل تھی کہ وہ ام المومنین بھی تھیں اوراس کے علاوہ بھی انہیں کئي ایک فضائل حاصل تھے ۔

دیکھیں : المغنی لابن قدامہ المقدسی (665/5) کچھ کمی وبیشی کے ساتھ ذکر کیا گيا ہے ۔

اس کے بارہ میں جواب دیا گیا ہے جسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی نے فتح الباری میں بھی ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں :

عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے قصہ کے بارہ میں عروہ کا کہنا ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے بھائی اس عطیہ پر راضی تھے ۔ فتح الباری (215/5)

دیکھیں : کتاب العدل بین الاولاد صفحہ نمبر (22) اوراس کے بعد والے صفحات یہ اقتباس کچھ کمی وبیشی کے ساتھ نقل کیا گیا ہے ۔

ابن قیم رحمہ اللہ تعالی نے اسے مطلقا حرام قرار دیتے ہوئے اپنی کتاب اغاثۃ اللھفان میں کہا ہے :

اگر صحیح اورصریح سنت جس کا کوئی معارض نہیں میں اس سے منع نہ بھی ثابت ہوتا توپھر قیاس اوراصول شریعت اور مصلحت کے ضمن میں اور مفاسد کوروکنے کے اعتبار سے بھی اس کی حرمت کا تقاضا ہوتا تھا ۔

دیکھیں : اغاثۃ اللھفان (540/1) ۔

اور فضیلۃ الشیخ ابن باز رحمہ اللہ تعالی نے بھی اولاد کے مابین تفضیل کو مطلقا منع قرار دیتے ہوئے کہا ہے :

اولاد میں سے ایک کودوسرے پر فضیلت دینی منع اوران کے مابین عدل وانصاف کرنا واجب ہے چاہے وہ لڑکیاں ہوں یا لڑکے ، انہیں ان کی وراثت کے مطابق ملنا چاہیے ، لیکن اگر وہ عاقل بالغ ہوتے ہوئے اس کی اجازت دے دیں توپھر ٹھیک ہے ۔

دیکھیں : الفتاوی الجامعۃ للمراۃ المسلمۃ (3/115-116) ۔

اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ تعالی کا کہنا ہے :

انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بعض بیٹوں میں سے کسی ایک کودوسرے پر فضیلت دیتا رہے ، لیکن لڑکی اور لڑکے کے مابین افضلیت ہوگی اورلڑکی کے مقابلہ میں لڑکے کوڈبل دیا جائے گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

اللہ تعالی سے ڈرو اوراپنی اولاد کے مابین عدل وانصاف کرو ۔

لھذا اگر کوئی اپنے کسی بیٹے کوسودرہم دیتا ہے اس پرواجب اورضروری ہے کہ وہ باقی بیٹوں کوبھی ایک سودرہم اوربیٹی کوپچاس درہم دے ، یا پھر جس بیٹے کواس نے سودرہم دیے ہیں اس سے واپس لے لے ، ہم نے جویہ ذکر کیا ہے وہ واجب نفقہ میں نہیں بلکہ نفقہ کے علاوہ ہے ، لیکن جونفقہ واجبہ ہے تواولاد میں سے ہر ایک کواتنا ہی دیا جائے گا جس کا وہ مستحق ہے ۔

فرض کریں کہ اگر کوئی بیٹا شادی کرنے کا محتاج ہے تواس کی شادی کرے اوراس کا مہر بھی ادا کرے ، اس لیے کہ بیٹا مہر ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تواس صورت میں یہ لازم نہیں آتا کہ وہ باقی بیٹوں کوبھی اس شادی کرنے والے بیٹے جتنا ہی ادا کرے کیونکہ شادی کرنا تونفقہ میں شامل ہے ۔

میں چاہتا ہوں کہ یہاں پرایک مسئلہ کی تنبیہ کردوں بعض لوگ جہالت کی بنا پراس کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں : وہ اس طرح کہ ایک شخص کی اولاد ہے اس میں سے کچھ توبالغ ہیں اورشادی کی عمر کوپہنچ چکے ہیں تووہ ان کی شادی کردیتا ہے اور کچھ بچے ابھی چھوٹے ہیں لھذا وہ ان چھوٹے بچوں کے لیے وصیت کرتا ہے کہ موت کے بعد انہیں بھی اتنا مال ادا کیا جائے جتنے میں بڑوں کی شادی کی ہے ۔

ایسا کرنا حرام اور ناجائز ہے کیونکہ یہ وصیت تو وراث کے لیے ہوگی اور وارث کے لیے وصیت کرنی حرام ہے کیونکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

(یقینا اللہ تعالی نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے لھذا وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں) ۔

یہ الفاظ ابوداود کے ہیں دیکھیں ابوداود حدیث نمبر (3565) اور سنن ترمذی (16/2) وغیرہ نے بھی نے اسے روایت کیا ہے ، علامہ البانی رحمہ اللہ تعالی نے ان الفاظ والی سند کو حسن قرار دیا ہے اور (لاوصیۃ لوارث) کے الفاظ والی روایت کو صحیح قرار دیا ہے دیکھیں ارواء الغلیل للالبانی (87/6) ۔

لھذا اگر وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے یہ مال ان کے لیے وصیت کردیا ہے کیونکہ اتنے مال سے میں نے ان کے بھائیوں کی شادی کردی تھی تو ہم اسے یہ کہیں گے کہ اگر یہ چھوٹے بچے بھی آپ کی موت سے قبل بالغ ہوجائیں اور شادی کی عمر تک پہنچ جائیں تو ان کی بھی اتنے مال سے شادی کردینا ، لیکن اگر وہ شادی کی عمر تک نہیں پہنچتے تو پھر آپ پر ان کی شادی کرنا واجب نہیں ہے ۔

دیکھیں : فتاوی اسلامیۃ (30/3) ۔

واللہ اعلم.